IQBAL REVIEW (66: 3)
(July – September 2025)
ISSN(p): 0021-0773
ISSN(e): 3006-9130

عصر حاضر میں نوجوان نسل کی تربیت

نظام تعلیم، والدین واساتذہ کی ذمہ داری اور علامہ اقبال کا فلسفہ خودی

ڈاکٹر علی محمد بٹ
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک اسٹیڈیز،
اسلامک یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹکنالوجی،
اونتی پورہ ۱۹۲۱۲۲، سرینگر جموں وکشمیر

ABSTRACT

This paper argues that the education and moral formation of contemporary youth must be prioritized by all social institutions-schools, families, and civic organizations and that current neglect, primarily due to parental and institutional complacency, has reduced young people to functional, machine-like beings deprived of core human values. Through a critical review of Allama Iqbal's poetic and philosophical writings, the study examines the conceptual distinction and interdependence of "education" (transfer of knowledge and guidance) and "training" (moral and character formation), and foregrounds Iqbal's insistence that knowledge must produce inner ardor, ethical sensitivity, and spiritual conviction rather than mere credentials. Drawing on Iqbal's philosophy of Khudi

(selfhood), the paper contends that authentic education integrates intellectual, moral, and spiritual dimensions so that youth recover their individuality, moral courage, and life-purpose instead of being confined to narrow economic roles. The analysis highlights the necessity of strengthening conviction (yaqin) and praxis, reorienting curricula around religious and ethical foundations, empowering teachers as exemplary moral agents, and actively involving parents in upbringing. Practical recommendations include curricular integration of Iqbalian themes, experiential pedagogies, parental-school partnerships, and extra-curricular programs to cultivate self-confidence, civic responsibility, and spiritual vitality among the new generation. The study concludes that implementing these measures is essential for reviving communal dignity and producing morally grounded, purposeful citizens.

Keywords:
Youth education; character formation; Allama Iqbal; Khudī (selfhood); moral and spiritual pedagogy, curriculum reform; parental involvement; teacher responsibility; conviction and praxis; dehumanization of labour

عصر حاضر میں نوجوان نسل کی تربیت کو ہر کام پر فوقیت حاصل ہونی چاہیے اور ہر جماعت، گروہ، پارٹی اور ادارے کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ اس کام کو ترجیحی بنیادوں پر انجام دیں لیکن بدقسمتی سے، یہ اہم فریضہ نظر انداز کر دیا گیا ہے، اور موجودہ صورتحال سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نسل نو کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس افسوسناک حقیقت کی بنیادی وجہ والدین اور اساتذہ کی غفلت ہے۔ وہ ادارے جن سے والدین کو نوجوان نسل کی تربیت اور ان کے مستقبل کے حوالے سے امیدیں وابستہ تھیں، ہر سطح پر ناکامی سے دوچار ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ موجودہ معاشرتی ڈھانچے اور اداروں نے نوجوانوں کو محض روزگار کے حصول تک محدود کر دیا ہے۔ وہ انہیں ایک انسان کے بجائے مشین کے تصور سے دیکھتے ہیں، جو اخلاقی ذمہ داریوں سے یکسر بے بہرہ ہیں۔ نوجوان نسل اپنی انسانی اقدار سے محروم ہو کر محض ایک مشینی وجود کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہی صورتحال اقبال کے کلام میں نوجوانوں کی تربیت اور کردار سازی پر خصوصی توجہ کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہے۔

اقبال کا فلسفہ یہ ہے کہ نوجوان نسل کو اپنی اصل انسانیت، اخلاقی بلندی، اور روحانی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ مشینوں کا پرزہ بننے کے بجائے اپنی انفرادیت اور مقصد حیات کو پہچان سکیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک تنقیدی جائزہ لیا گیا تاکہ نوجوان نسل کو واپس مقصد حیات پر کھڑا کیا جائے۔ تربیت انسانی زندگی کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنی ضرورت زندہ رہنے کے لیے غذا کی ہے، کیونکہ بے ترتیب زندگی انسانیت کے لیے موت ہے اور ایسے لوگ پوری انسانیت کے لیے وبالِ جان بن جاتے ہیں۔

تعلیم اور تربیت کا مفہوم

تعلیم اور تربیت کے لغوی اور اصطلاحی معانی کو سمجھنا ایک اہم موضوع ہے، خاص طور پر اس وقت جب ان دونوں الفاظ کو اکثر مترادف سمجھا جاتا ہے۔ تعلیم کے لغوی معنی ہیں سکھانا، بتانا، اور ہدایت کرنا۔ یہ علم کی منتقلی اور شعور کی فراہمی کے عمل کو ظاہر کرتا ہے، جب کہ اصطلاحی معنی میں تعلیم صرف تدریس تک محدود نہیں بلکہ اس میں تربیت، تادیب، اور تدریب بھی شامل ہے۔ تربیت کے لغوی معنی پالنا اور پرورش کرنا ہیں، یعنی کسی کی جسمانی، ذہنی، اور اخلاقی پرورش کرنا۔ ممتاز احمد نے تعلیم و تربیت کے فرق کو نہایت عمدہ انداز میں واضح کیا ہے۔[1]

ان کے مطابق جب تعلیم و تربیت کو اکٹھا استعمال کیا جائے تو تعلیم علم کی فراہمی اور ہدایت کا کام کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تربیت کردار اور شخصیت سازی پر توجہ دیتی ہے۔ اگر ان کو الگ الگ استعمال کیا جائے تو دونوں کا مفہوم ایک جیسا ہو جاتا ہے اور وہ انسان کو ایک مکمل اور مہذب فرد بنانے کا عمل ظاہر کرتے ہیں۔ وہ عربی کا ایک قاعدہ "اذا اجتمعا افترقا واذا افترقا اجتمعا" کا حوالہ دیتے ہیں۔[۲]

اقبال اور تصورِ علم

اقبال نے اپنی تحریروں، خطابات اور شاعری کے ذریعے مسلمانوں میں علم کے حصول کی تحریک بیدار کی۔ اقبال کے نزدیک:

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ[۳]

اقبال کا موقف یہ ہے کہ علم کا بنیادی مقصد انسان کو اخلاقی و روحانی سانچے میں ڈھالنا ہے۔ اقبال کے نزدیک علم محض مادی ترقی یا روزگار کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک اعلیٰ اخلاقی و روحانی مقصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح اقبال نے مسلمانوں کی علمی و تہذیبی زوال کو یوں بیان کیا:

زوال علم و ہنر مرگ ناگہاں اُس کی
وہ کارواں کا متاع گراں بہا مسعود![۴]

فلسفۂ یقین و عمل

اقبال نے علم کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا: حواس پر مبنی علم (سائنس)، عقل پر مبنی علم (فلسفہ)، اور وجدان یا مذہبی تجربہ پر مبنی علم (مذہب)۔ ان کے نزدیک یہ سب علم کی مختلف جہات ہیں، لیکن ان کا مقصد انسان کو خودی اور عمل کی راہ پر ڈالنا ہے۔ اقبال کے الفاظ میں:

ہمائے علم تا افتد بدامت یقین کم کن
گرفتار شکے باش
عمل خواہی؟ یقین را پختہ تر کن
یکے جوی و یکے بین و یکے باش[۵]

تعلیم، اخلاق اور مقصد حیات

اقبال کے مطابق اگر تعلیم دین کے ماتحت نہ رہے تو یہ انسان کو نفس پرستی اور ہوس پرستی کی طرف لے جاتی ہے۔[۶] اس لیے تعلیم و تربیت لازم و ملزوم ہیں۔ تعلیم انسان کو شعور دیتی ہے، جبکہ تربیت اس شعور کو عملی زندگی میں ڈھالتی ہے۔

اقبال کی مشہور دعا، جو بچوں کے لیے لکھی گئی، اس تصور کو بہترین انداز میں ظاہر کرتی ہے:

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یا رب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یا رب!
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
درد مندوں سے، ضعیفوں سے محبت کرنا[۷]

اسی طرح اقبال نے ایسے علم سے خبر دار کیا جو محض مادی خواہشات کی تکمیل تک محدود ہو:

وہ علم نہیں، زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کف جو[۸]

اور پھر فرمایا:

علم میں دولت بھی ہے، قدرت بھی ہے، لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ[۹]

نوجوان نسل کی تربیت کے لیے فلسفہ علم کی پختگی اور صلاحیت پیدا کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے یعنی علم کے پرندے کو پکڑنے کے لیے اس کو اپنے جال میں پھنسانا ضروری ہے۔ علامہ اقبال یہ درس دیتے ہیں کہ علم کو صرف نظریات یا کتابوں تک محدود نہ رکھیں بلکہ اسے اپنی گرفت میں کرنا یعنی اس پر عمل کرنا اور اسے زندگی کا حصہ بنانا لازمی ہے۔ تربیت کے لیے ضروری ہے کہ یقین کو کمزور نہ کریں بلکہ شک اور وسوسوں کے جال کے پھندوں کو اکھاڑ کر یقین کو زندگی کا رہنما بنالیں، اور اس کی کمی انسان کو گمراہی کی طرف لے جاسکتی ہے۔ اقبال کے نزدیک یقین ایک ایسی بنیاد ہے جو عمل کی طاقت کو جنم دیتی ہے لہٰذا یقین کے لیے عمل کرنا اور اس کو مضبوط بنانا لازم و ملزوم ہے۔ عمل بغیر یقین کے بے اثر رہتا ہے اس لیے ان کی وحدت ضروری جو توحید کی جانب اشارہ ہے تاکہ تمام زندگی کا محور صرف اللہ کی ذات

ہونی چاہیے اس لیے مسلم بچوں کی تربیت کے لیے اقبال خودی کے فلسفے کو بیان کرتے ہیں، جہاں انسان اپنی تمام تر توجہ اور جستجو کو اللہ کی طرف مرکوز کرتا ہے۔"[۱۰]

خودی کیا ہے، راز دُرونِ حیات
خودی کیا ہے، بیداریِ کائنات[۱۱]

علم صرف نظریاتی نہ ہو بلکہ عملی ہونا چاہیے۔ شک و شبہ سے بچنے کے لیے علم یقین، عین الیقین اور حق الیقین کو پختہ کرنا ضروری ہے۔ یقین ہی عمل کی بنیاد اور اس کی مضبوطی انسان کو کامیابی کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان کو اپنی زندگی میں خودی کو وحدت الہیہ (توحید) کے اصولوں کے مطابق ڈھالنا چاہیے تاکہ وہ حقیقی کامیابی حاصل کر سکے۔ اقبال ان اشعار کے ذریعے یقین، علم، اور عمل کے درمیان گہرا تعلق بیان کرتے ہیں اور انسان کو اپنے مقصد کے حصول کے لیے پختہ یقین اور یکسوئی کی دعوت دیتے ہیں۔ علامہ اقبال تربیت در تعلیم کا تصور پیش کرتے ہوئے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مظاہر قدرت کے وقت تسخیر میں یہ خیال رہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر نہ ہو بلکہ مشاہدات کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہو؛ اصل میں مظاہر و تسخیر کائنات کے دوران انسان کو ذات باری تعالیٰ پر اتم درجے کا ایمان بڑھنا چاہیے اور وہ قدرت باری تعالیٰ کا منکر کے بجائے اطاعت شعار اور فرمانبردار بنے۔ اس کے لیے تربیت نفس سے بہت ہی زیادہ اہمیت ہے کیونکہ انسانی جسم خاک سے بنا ہوا ایک تودہ ہے جس کو کندن بنانے کے لیے تربیت کی اہم ترین ضرورت ہے۔"[۱۲]

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشت خاک میں پیدا ہو آتش ہمہ سوز
یہی ہے سر کلیمی ہر اک زمانے میں
ہوائے دشت و شعیب و شبانی شب و روز![۱۳]

دین ایک منہج یعنی زندگی کا طریقہ کار ہے جو انسان کو شر انگیزی اور افراط و تفریق سے محفوظ کرتا ہے۔ علامہ اقبال ان تمام فلسفوں کی نفی کرتے ہیں جو ایک مسلم کو اپنے دین سے بیگانہ کر دیں؛ اُن کے حصول کی جدوجہد اُس کو اپنی جڑیں کاٹنے کے مترادف ہے اور وجودِ باری تعالیٰ کے انکار پر آمادہ کرنے والا ہر نظام تعلیم و فلسفہ مقصد حیات سے دور کر دیتا ہے۔ وہ ہر اس تعلیمی نظام کو سم قاتل سمجھتے ہیں جو ایک مسلمان کو اللہ رب العزت کے وجود یا اس کی ذات وصفات کا انکار بنا دے؛ علامہ اقبال نے مغربی

تعلیم کو فتنہ قرار دیا اور اُس سے، اور اُس سے بہت نالاں تھے اتھے کیونکہ مغربی نظام تعلیم غیر ضروری مادیت پرستی، بے جا عقل پرستی اور بے دینی و الحاد کا سبق دیتی ہے۔ اسی نظام تعلیم کو سازش کا نام دے کر اس کی حقیقت کو علامہ اقبال نے یوں واضح کیا:

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف[۱۴]

مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی جدید پیداواری نظام تعلیم جو دنیا میں رائج کیا گیا اس کے محرکات مسلمانوں کے لیے بہت ہی بیانک اور تباہ کن ثابت ہوئے ہیں۔ ایسے نظام تعلیم نے مسلم پور میں الحاد کے بیج بو کر انہیں اپنے دین فطرت سے بیگانہ کر دینے میں مصروف عمل ہے اور حسن اخلاق جو کہ مسلم نظام تعلیم کی ریڑھ کی ہڈی کے مانند یا حیثیت رکھتی ہے ہلا کر رکھ دیا گیا۔ علامہ اقبال نے اس کو ایک سازش کا نام دے کر مسلم دنیا کو مغربی منصوبوں اور مقاصد سے آگاہ کیا تھا کہ ایسا نصاب تعلیم مدون کیا جا رہا ہے کہ مسلمان اگر عیسائی نہ ہو تو وہ پکا مسلمان بھی نہ رہے۔ علامہ اقبال کا یہ خیال حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آیا اور سب نے دیکھا کہ موجودہ نظام تعلیم اسلامی اصولوں اور اسلامی اقدار کے خلاف ہے۔ اقبال کے اشعار میں نوجوانوں کے لیے ان کے خیالات اور دعائیں اُن کے فلسفہ خودی اور حیات کا عکاس ہیں۔ اقبال نوجوانوں میں جوش ولولہ اور خودی کا شعور بیدار کرنے کے خواہاں تھے۔ مذکورہ اشعار میں اقبال نوجوانوں کی بے سکونی اور بے مقصدی پر تنقید کرتے ہوئے ان کے اندر ولولہ اور خود اعتمادی پیدا کرنے کی دعا کرتے ہیں۔ پہلے شعر میں اقبال دعا کرتے ہیں کہ نوجوان کسی طوفان یا چیلنج سے دوچار ہوں تا کہ ان کے اندر حرکت و اضطراب پیدا ہو، کیونکہ ان کے وجود میں سکون اور بے حسی چھائی ہوئی ہے۔ دوسرے شعر میں وہ نوجوانوں کے کتابی علم پر تبصرہ کرتے ہیں کہ وہ محض کتابیں پڑھنے والے ہیں لیکن اُن میں علم کو اپنے عمل اور کردار کا حصہ بنانے کی صلاحیت موجود نہیں۔ اقبال کے نزدیک صرف کتابیں پڑھنے سے انسان کی روحانی یا فکری ترقی ممکن نہیں، بلکہ صاحب کتاب بننا، یعنی علم کو سمجھنا، اپنانا اور عمل میں ڈھالنا زیادہ اہم ہے۔ یہ اشعار اقبال کے پیغام کی گہرائی اور ان کی نوجوانوں سے توقعات کو بخوبی واضح کرتے ہیں۔[۱۵]

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں[۱۶]

علامہ اقبال کی طائرانہ نظر نے اس بات کو محسوس کیا تھا کہ انگریز تعلیم میں ایک اچھے مسلم کی تربیت ممکن نہیں ہے کیونکہ اس تعلیم کا مدعا اور مقصد نوجوانانِ ملت اسلامیہ کے دل کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم سے خالی کر کے اس کو الحاد سے بھر دیتا ہے۔ بدلتے ہوئے حالات میں اللہ مسلمان نوجوانوں کی تربیت اور ان کے شعور کا رخ اُن کے مستقبل کا تعین کرے گا؟ مکتب اخلاق طفل تربیت کی آماجگاہ ہے۔ علامہ اقبال نے ایک مصرعے میں انگریزوں کی اس ناپاک جسارت کی نشاندہی کی:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو[۱۷]

علامہ اقبال کا تصور تعلیم ان کی فکری جہت اور فلسفیانہ بصیرت کا عملی اظہار ہے۔ وہ تعلیم کو محض علم کے حصول کا ذریعہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے ایک ایسا نظام قرار دیتے تھے جو انسان کو اس کے حقیقی مقام سے آشنا کرے اور اسے اس کے دینی، اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کی ترقی میں مدد فراہم کرے۔ علامہ اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد دین فطرت سے ہم آہنگی پیدا کرنا ہے، تاکہ مسلمان اپنی کھوئی ہوئی میراث واپس حاصل کر سکیں۔ اقبال اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسلمان اگرچہ مادی دولت سے مالا مال نہیں تھے، لیکن ان کے مذہب نے انھیں سچائی، دیانت داری، اور حق و باطل کی پہچان کے اصولوں پر تربیت دی تھی۔ آج کے دور میں یہی اصول مسلمانوں کو اپنی عظمت رفتہ کی جانب گامزن کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ اپنے تعلیمی نظام کو دین کے بنیادی اصولوں کے مطابق ڈھالیں۔ اقبال نے اپنے زمانے میں بھی یہ محسوس کیا کہ مسلم معاشرے پر مغربی ثقافت اور تعلیمی نظام کے اثرات غالب ہو رہے ہیں، اور یہ اثرات آج کے دور میں مزید شدت اختیار کر گئے ہیں۔ مسلم حکمرانوں اور اشرافیہ کے بچے مغربی طرز زندگی اختیار کر رہے ہیں، جس سے ان کے دلوں سے دین محبت اور اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ختم ہوتی جا رہی۔ اقبال نے اس صورتحال کو بڑی گہرائی سے سمجھا اور خبردار کیا کہ اگر اس رجحان کو نہ روکا گیا تو مسلم معاشرہ اپنی دینی اور ثقافتی شناخت کھو بیٹھے گا۔ علامہ اقبال نوجوان نسل کو قوم کی امید سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک قوموں کی ترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ ان کے نوجوان کتنے فعال باشعور اور بلند کردار کے حامل ہیں۔ اگر نوجوان نسل کو دینی، اخلاقی اور علمی تربیت فراہم کی جائے تو قوم کا مستقبل محفوظ ہو گا۔ اقبال کی شاعری اور نثر میں اس تربیت کا عکس نمایاں ہے، خاص طور پر بچوں کے لیے لکھی گئی نظمیں اور ان کی تربیتی افکار اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ تعلیم کو نئی نسل کی کردار سازی کا اہم ذریعہ سمجھتے تھے۔

مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلم شوریدہ سر
لازم ہے رہرو کے لیے دنیا میں سامان سفر
شیدائی غائب نہ دیوانہ موجود ہو
غالب ہے اب اقوام پر معبود حاضر کا اثر
اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا
ہے خون فاسد کے لیے تعلیم مثل نیشتر[۱۸]

اقبال نے اسلامی اصولوں کے تحت تصور تعلیم کو خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ اُن کے کلام میں اس بات کا اشارہ عیاں ہے کہ اسلام انسان کو انصاف، مساوات، اور سچائی کے اصولوں پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اقبال کی شاعری ان آفاقی اقدار کو عملی شکل دینے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اقبال کا تصور تعلیم ایک متحرک اور ہمہ جہت وژن پیش کرتا ہے، جو صرف علمی معلومات پر مشتمل نہیں بلکہ انسان کی فکری، روحانی، اور اخلاقی تربیت پر بھی زور دیتا ہے۔ ان کے نزدیک تعلیم کا اصل مقصد انسان کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ اپنی ذات اور قوم کے لیے مفید ثابت ہو سکے۔ اگر ہم اقبال کے اس فلسفے کو عملی طور پر اپنے تعلیمی نظام میں شامل کریں تو نوجوان نسل کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کی جا سکتی ہے۔ اقبال کی نظموں میں قرآنی متن کا حوالہ اور اس کی ترجمانی بہترین پیرایے میں پیش کیا گیا ہے کیونکہ ان کی شاعری نوجوانوں کے دلوں میں شعلہ بیدار کرنے اور انہیں ان کے مقصد سے روشناس کرانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس میں خاص طور پر لب پہ آتی ہے دعا" جیسی نظمیں بچوں کے لیے اخلاقی اور روحانی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر
جس کی صنعت ہے روح انسانی
نکتۂ دلپذیر تیرے لیے
کہہ گیا حکیم قا آنی
پیش خورشید بر مکش دیوار
خواہی ار محن خانہ نورانی[۱۹]

کردار سازی ایک ایسا عمل ہے جو قوم کی تعمیر اور ترقی کی بنیاد فراہم کرتا ہے، اور یہ اس وقت مؤثر اور کامیاب ہو سکتا ہے جب اساتذہ کرام خود مثالی کردار کے حامل ہوں۔ ایک استاد کا ذاتی طرز عمل، رویہ، اور کردار طالب علموں کی شخصیت سازی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ علامہ اقبال نے نوجوان نسل کی تربیت اور کردار سازی پر خاص زور دیا، خاص طور پر ان کے نظم "خطاب بہ جاوید" میں، جو نوجوانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ اساتذہ کرام کا کردار معاشرے کی تشکیل میں کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے دوران اساتذہ کا تلفظ، رویہ، اور طرزِ عمل طالب علموں کے ذہنوں پر دائمی نقوش چھوڑتا ہے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے قول و فعل سے بچوں کے لیے اعلیٰ اخلاق اور کردار کا نمونہ پیش کریں۔ کمرہ جماعت کو کردار سازی کی تجربہ گاہ بنانا صرف نصاب کی تعلیم دینے سے ممکن نہیں، بلکہ عملی نمونے کے ذریعے بچوں کو اخلاقیات، دیانت داری، اور رزق حلال کی اہمیت سکھانا ضروری ہے۔

بچوں کی تربیت میں والدین کا کردار بھی اہم ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں رزق حلال کو اپنائیں، کیونکہ ناجائز ذرائع سے کمائی گئی دولت نہ صرف اخلاقی اقدار کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ اولاد کی شخصیت پر بھی منفی اثر ڈالتی ہے۔ والدین کا اولین فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنی غیر ضروری خواہشات کو قابو میں رکھیں اور اپنی اولاد کے لیے اعلیٰ اخلاقی اقدار کا عملی نمونہ پیش کریں۔ علامہ اقبال بھی والدین کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنی نسل کی پرورش دیانت، خودی، اور غیرت کے اصولوں پر کریں۔ علامہ اقبال نے "خطاب بہ جاوید" میں نوجوانوں کے لیے زندگی کا ایک مکمل خاکہ پیش کیا ہے۔ وہ نوجوانوں کو خودی، غیرت، اور رزق حلال کی اہمیت سمجھاتے ہیں۔ ان کے نزدیک نوجوان نسل کو صدق مقال (سچ بولنے)، شرم وحیاء اور ذکر و فکر کا علمبردار ہونا چاہیے۔ اقبال کے افکار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ایک مضبوط اور با مقصد قوم کی تعمیر کے لیے ایسے نوجوان ضروری ہیں جو کردار، علم، اور عمل میں نمایاں ہوں۔

دنیا کی سب سے بڑی احتسابی عدالت انسان کا ضمیر ہے، جو ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ اقبال کے فلسفے کے مطابق، ضمیر کو زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی زندگی دیانت، شفافیت، اور رزق حلال کے اصولوں کے مطابق گزارے۔ والدین اور اساتذہ کو چاہیے کہ وہ بچوں کو ابتدائی عمر سے ہی ان اصولوں پر تربیت دیں، تاکہ وہ معاشرے کے فعال اور باکردار شہری بن سکیں۔ علامہ اقبال کا فلسفہ اور ان کی رہنمائی اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ کردار سازی، رزق حلال، اور اخلاقیات ایک کامیاب اور با مقصد قوم کی تشکیل کے لیے ناگزیر ہیں۔ اگر اساتذہ اور والدین خود اعلیٰ کردار کے نمونے پیش کریں تو

نئی نسل کو بہتر مستقبل کی طرف گامزن کیا جاسکتا ہے۔ اقبال کے افکار کو عملی جامہ پہنانا آج کے دور میں نہ صرف ضروری ہے بلکہ مسلم امہ کی ترقی کا واحد راستہ بھی ہے۔

حفظ جاں باذکر و فکر بے حساب
حفظ تن با ضبط نفس اندر شباب[۲۰]

بچوں کی نفسیات اور بچوں کی رہنمائی کے لیے کچھ لکھنا آسان کام نہیں۔ علامہ محمد اقبال بھی یقینا بچگانہ ماحول سے پروان چڑھے۔ ان کی خوش بختی ہے کہ ان کے ماحول، والدین، اساتذہ کرام اور عزیز و اقارب نے ان کی اخلاقی تربیت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ زندگی کے ابتدائی دنوں میں ہی انہوں نے علم و نور کا راستہ اختیار کیا۔ ان کی ابتدائی تعلیم سنہرے دور کی رہین منت تھی۔ سید میر حسن جیسے زیرک استاد نے انہیں اردو، عربی، فارسی اور علوم اسلامیہ سے وابستہ کتب کی ورق گردانی کا موقع فراہم کیا۔ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء سے ۱۸۹۳ء تک، صرف ۱۵ سال کی عمر میں اقبال کے تخلیقی ذہن نے شعر و سخن کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ اپنے مضمون میں بچوں کی تعلیم و تربیت میں علامہ لکھتے ہیں :

> پڑھے ہوئے شاگرد کو پڑھانا ایک آسان کام ہے مگر انجان بچوں کی تعلیم ایک ایسا دشوار امر ہے کہ ہمارے ملک کے معلم اس کی وقتوں سے ابھی پورے طور پر آشنا نہیں۔ ہمارا پرانا طریقہ تعلیم چونکہ بچوں کے قوائے عقلیہ وواہمہ کے مدارج نمو کو ملحوظ نہیں رکھتا اس واسطے اس کا نتیجہ ان کے حق میں نہایت مضر ثابت ہوتا ہے۔ ان کے قوائے ذہنیہ برباد ہو جاتے ہیں اور ان کے چہروں پر ذکاوت کی وہ چمک نظر نہیں آتی جو اس بے فکری کی زندگی کے ساتھ مختص ہے۔ بڑی عمر میں یہ تعلیمی نقص اور بھی وضاحت سے دکھائی دیتا ہے۔ روزمرہ کے معاملات کا سمجھنا اور ان کی پیچیدگیوں کو سلجھانا جو ایک عملی طبیعت کے آدمی کے لیے نہایت ضروری اوصاف ہیں ان میں سرے سے ہی پیدا نہیں ہوتے۔ ان کی زندگی ناکامیوں کا ایک افسوسناک سلسلہ ہوتی ہے اور سوسائٹی کے لیے ان کا وجود محض معتقل ہو جاتا ہے۔[۲۱]

شکایت ہے مجھے یا رب! خداوندان مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا[۲۲]

بانگ درا میں شامل نظمیں نہ صرف بچوں کے لیے تعلیم و تربیت کا خزانہ ہیں بلکہ ان کے ذریعے اخلاقی اور سماجی اصولوں کی بہترین تشریح بھی کی گئی ہے۔ علامہ اقبال نے ان نظموں کے ذریعے بچوں کے کردار کی تعمیر، فکری تربیت، اور معاشرتی شعور کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ ان نظموں کے اسباق بچوں کو ایک بہتر انسان اور ذمہ دار شہری بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ بانگ درا کی بچوں

کے لیے اہم نظمیں اور ان کے اسباق: "عہد طفلی" (عہد طفلی)، [٢٣] "ایک مکڑا اور مکھی" (دھوکہ دہی، خوشامد، اور چاپلوسی کی مذمت)، [٢٤] "ایک پہاڑ اور گلہری" (خود اعتمادی)، [٢٥] ایک گائے اور بکری" (احسان کی تلقین)، [٢٦] "ہمدردی" (ہمدردی کے جذبات)، [٢٧] پرندے کی فریاد" (آزادی اور غلامی کے احساسات)، [٢٨] اور "جگنو" (محبت، نفع بخشی، روشنی بنے کا سبق) [٢٩] شامل ہیں۔

اقبال کی گہری فکر اور روحانی بصیرت ان اشعار میں عیاں ہے۔ وہ عقل و دل کے مابین ایک گہرا موازنہ پیش کرتے ہیں اور دونوں کے مقام و حدود پر روشنی ڈالتے ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ عقل آستاں (اللہ کے قرب) سے دور نہیں ہے۔ یعنی عقل کے ذریعے انسان سچائی تک پہنچ سکتا ہے، لیکن عقل کی تقدیر میں وہ "حضور" یعنی اللہ کی ذات کا حقیقی مشاہدہ شامل نہیں ہے۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عقل منطقی دلائل تک محدود ہے اور اس کی پہنچ مادی دنیا تک ہی رہتی ہے۔ وہ مزید فرماتے ہیں کہ "دل بینا" یعنی روشن دل ہی وہ ذریعہ ہے جو اللہ کی قربت اور حقیقی معرفت حاصل کر سکتا ہے؛ دل کا نور، خدا کی عطا کردہ بصیرت ہے جو عقل کے نور سے مختلف اور برتر ہے۔ اللہ کی قربت اور معرفت کے لیے محض عقل پر انحصار کافی نہیں؛ دل کی پاکیزگی اور اللہ سے دعا کے ذریعے روحانی بصیرت حاصل کرنا ضروری ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ سے نہ صرف عقل کی روشنی بلکہ دل کی بصیرت بھی طلب کرے، کیونکہ یہی بصیرت انسان کو حقیقی کامیابی کی طرف لے جاتی ہے۔ اقبال کے یہ اشعار انسان کو یہ درس دیتے ہیں کہ روحانی ترقی کے لیے دل کی صفائی اور اللہ پر توکل ضروری ہے، جبکہ عقل ایک معاون کا کردار ادا کرتی ہے۔ [٣٠]

عقل گو آستاں دُور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں
علم میں بھی سُرور ہے لیکن
یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں
کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحب سُرور نہیں

اک جنوں ہے کہ باشعور بھی ہے
اک جنوں ہے کہ باشعور نہیں[۳۱]

یہ شعر علامہ اقبال کے فکر و فلسفے کی گہرائی کو بیان کرتا ہے۔ شاعر اپنی ذات اور اپنے کلام کی نوعیت کو واضح کر رہا ہے اور اس کے اندر چھپے راز کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ وہ نوجوان نسل کو یہ سبق دیتا ہے کہ میری بکھری ہوئی آواز (نوائے پریشاں) کو محض شاعری نہ سمجھو بلکہ یہ شاعری روایتی انداز کی تفریح یا جمالیاتی اظہار نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک گہرا پیغام اور فکری عمق موجود ہے۔ شاعر کے نزدیک اس کی آواز میں ایک اضطراب، ایک جستجو، اور ایک مقصد چھپا ہوا ہے جو عام شاعری کی حدود سے بالاتر ہے۔ اس میں وہ خود کو "محرم راز" یعنی رازوں کا جاننے والا قرار دیتا ہے۔ مزید یہ کہ وہ "میخانہ" علامتی طور پر ایک ایسی جگہ ہے جہاں معرفت اور حقیقت کے راز چھپے ہوتے ہیں۔ شاعر کا دعویٰ ہے کہ وہ ان رازوں کا علم رکھتا ہے، جو عام انسانوں کی پہنچ سے دور ہیں۔ یہ شعر اس بات کا اظہار ہے کہ اُن کے کلام کو ظاہری الفاظ یا روایتی شاعری کے تناظر میں نہ پرکھا جائے۔ ان کے اشعار در حقیقت فکری و روحانی رازوں کو بیان کرنے کی کوشش ہیں؛ ان کی شاعری محض جذباتی اظہار نہیں بلکہ ایک فکری تحریک ہے۔ ان کے کلام کا مقصد انسانوں کے اندر خودی کو بیدار کرنا، اللہ کی قربت اور حقیقت کی تلاش کا راستہ دکھانا، اور مادی دنیا سے اوپر اٹھ کر روحانی پہلوؤں کی جانب توجہ مبذول کرانا ہے۔ یہ شعر اقبال کی شاعری کی اصل روح کی عکاسی کرتا ہے، جو لوگوں کو زندگی کے گہرے فلسفے اور حقیقتوں کی طرف راغب کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ علامہ اقبال نوجوان نسل کو دین کے ترجمان کی حیثیت کے طور اُبھارنا چاہتے تھے؛ اس لئے اُن کے لیے:

دیں سراپا سوختن اندر طلب
انتہایش عشق و آغازش ادب[۳۲]

علامہ اقبال کے فلسفۂ دین اور عشق کی گہرائیوں کو بہترین انداز میں بیان کرتا ہے۔ اس میں دین کے مقصد اور اس کے ذریعے انسان کی روحانی ترقی کے مراحل کو مختصر لیکن جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ "دیں سراپا سوختن اندر طلب" کا مطلب دین سراپا یعنی مکمل طور پر "سوختن" (جلنا) ہے، اور یہ جلنا در اصل طلب (جستجو) کے عمل میں ہے۔ یہاں دین کو ایک مسلسل تلاش اور قربانی کا عمل قرار دیا گیا ہے، جس میں انسان اپنی خواہشات کو مٹا کر حقیقت کی تلاش میں مصروف رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ

ہے کہ دین کا راستہ محض ظاہری عبادات تک محدود نہیں بلکہ ایک شدید اور مخلص جستجو کا تقاضا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں انتہائیش عشق و آغازش ادب" کے معنی یہ ہیں کہ دین کی انتہا عشق ہے، یعنی اللہ سے بے پناہ محبت اور قربت کا حاصل ہونا؛ اور دین کی ابتدا ادب ہے، یعنی اللہ کے احکامات اور نظام کے سامنے عاجزی، احترام، اور اطاعت کے ساتھ جھکنا۔ ادب کے بغیر عشق ممکن نہیں، کیونکہ عشق کی بنیاد ادب اور اطاعت پر ہوتی ہے اور یہ اشعار دین کی حقیقی روح کو بیان کرتے ہیں۔ دین کا راستہ وہ ہے جو انسان کو اپنی ذات کی نفی کر کے اللہ کی رضا کی تلاش میں جلنے اور تڑپنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس راستے کی ابتدا ادب سے ہوتی ہے، جو انسان کو شعور اور درست سمت عطا کرتا ہے۔ جب انسان ادب کے ذریعے دین کی جستجو میں آگے بڑھتا ہے تو وہ عشق الٰہی کی بلندیوں کو چھونے کے قابل ہوتا ہے۔ اُن کے نزدیک دین صرف ایک رسم و رواج نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے جو انسان کی روحانی، اخلاقی، اور سماجی زندگی کو سنوارتی ہے۔ عشق اور ادب دین کے دو بنیادی عناصر ہیں؛ ادب کے بغیر عشق بے سمت اور عشق کے بغیر دین بے روح ہوتا ہے۔ یہ اشعار انسان کو دین کی گہرائیوں کو سمجھنے اور اس کے حقیقی مقصد کو پانے کی دعوت دیتے ہیں۔

علامہ اقبال کے جاوید نامہ کا یہ اقتباس ان کے فلسفہ خودی اور لا الہٰ الا اللہ کی روحانی و عملی اہمیت کو بیان کرتا ہے۔ اقبال اس میں مسلمانوں کی موجودہ حالت پر گہرے افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے ایمان، اعمال اور روحانیت میں کمی کا ذکر کرتے ہیں۔ علامہ اقبال گفتگو کی حدود بیان کرتے ہیں کہ ان کے دل کے گہرے راز اور جذبات کو الفاظ میں مکمل بیان کرنا ممکن نہیں۔ وہ تجویز کرتے ہیں کہ ان کے اشعار کی گہرائی کو سمجھنے کے لیے بصیرت اور روحانی تجربہ ضروری ہے۔ اقبال کے نزدیک لا الہٰ الا اللہ کی تعلیم محض لفظ نہیں بلکہ ایک ایسی طاقت ہے جو انسان کو روحانی اور عملی بلندی پر لے جاتی ہے۔ وہ اس کی تاثیر کو ہر مخلوق اور کائنات کی حرکت میں دیکھتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھ کر ماضی کے مسلمانوں کی نماز، روزہ، اور دیگر اعمال میں توحید کی روشنی اور روح تھی، جو اب مفقود ہو گئی ہے۔ جدید مسلمانوں نے دین و ملت کی اہمیت کو ترک کر دیا ہے اور دنیاوی محبت اور موت کے خوف میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ان کے اعمال روحانیت سے خالی ہیں، اور وہ محض ظاہری عبادات کے قیدی بن کر رہ گئے ہیں۔ اقبال مسلمانوں کو قرآن کی حرارت اور خودی کے فلسفے کی طرف پلٹنے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ خضر سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو راہ دکھائیں کیونکہ ان کا موجودہ حال مایوس کن ہے۔ وہ مسلمانوں کو

ماضی کی یاد تازہ کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں سجدے کی عظمت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے کے سجدے زمین کو ہلا دینے کی طاقت رکھتے تھے، لیکن آج وہ محض ایک رسم بن کر رہ گئے ہیں۔ اس لیے وہ یہ پیغام دیتے ہیں کہ مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس حاصل کرنے کے لیے دوبارہ قرآن و سنت کی طرف لوٹیں، لا الہ الا اللہ کی روحانی گہرائی کو سمجھیں، اور اپنے اعمال کو اس کی روشنی سے منور کریں۔ ان کے نزدیک ایمان کی سچائی صرف ظاہری عبادات میں نہیں بلکہ اس کے روحانی اثرات اور عملی نتائج میں مضمر ہے۔ یہ تحریر نہ صرف فکری گہرائی رکھتی ہے بلکہ مسلمانوں کو اپنے ماضی کی عظمت یاد دلا کر عملی اور روحانی انقلاب کی دعوت بھی دیتی ہے۔[۳۳]

علامہ اقبال کی شخصیت، فکر اور تصانیف نے مسلمانوں خصوصاً نوجوان نسل کے اندر ایک نئی روح پھونکی۔ ان کی شاعری نے نہ صرف آزادی کا جذبہ بیدار کیا بلکہ خودی اور خودداری کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا۔ اقبال نے نوجوانوں کو تدبر، تحقیق اور غور و فکر کی راہ دکھائی اور ان کی کردار سازی پر بھرپور توجہ دی۔ اقبال کا کلام قرآن و سنت کے پیغام کا عکاس ہے، جس میں نوجوانوں کو یہ پیغام دیا گیا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ڈھالیں۔ انہوں نے نوجوانوں کو یہ سکھایا کہ وہ اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں، علم کے حصول کو مقصد حیات بنائیں، اور اپنے کردار کو اس طرح سنواریں کہ وہ ملت اسلامیہ کے لیے مشعل راہ بن سکیں۔ اقبال کی فکر کا محور ایک ایسا نوجوان تھا جو دین و دنیا کی فلاح کے لیے کام کرے اور ملت کے عروج میں اپنا کردار ادا کرے۔

خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر[۳۴]

علامہ اقبال نے اپنی تصانیف اور شاعری کے ذریعے مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو زندہ کیا اور نوجوانوں کو ان کے شاندار ماضی کی یاد دلائی۔ ان کی فارسی کتب میں اسرار خودی، رموز بے خودی، ارمغان حجاز، پیام مشرق، زبور عجم، جاوید نامہ، پس چہ باید کرد اور (مثنوی مسافر) شامل ہیں۔ اردو شاعری میں بانگ درا، بال جبریل اور ضرب کلیم کا شمار ہوتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ ارمغان حجاز اور جاوید نامہ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ اقبال کی شاعری کا خاصہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے شاندار ماضی، زوال کے اسباب، اور روشن مستقبل کے امکانات پر روشنی ڈالتی ہے۔ انہوں نے اسپین اور صقلیہ کی تاریخ جیسے اہم موضوعات کو اجاگر کیا

تاکہ مسلمانوں کو ان کے سنہری دور کا شعور ہو اور وہ اپنی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کی جستجو کریں۔ نوجوانوں کو حقیقت پسندی، عظمت رفتہ کی بحالی، اور تحقیق کی طرف مائل کرنے کے لیے علامہ اقبال نے اپنی نظم "خطاب بہ جوانان اسلام" میں کہا:

کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا[۳۵]

علامہ اقبال نے اپنے کلام میں نہ صرف نوجوانوں کو ان کے شاندار ماضی کی یاد دلائی بلکہ انہیں ان کی عظیم ذمہ داریوں کا بھی احساس دلایا۔ وہ بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ نوجوان یہ جانیں کہ وہ کسی امت کا حصہ ہیں اور ان کے اسلاف نے دنیا کے علمی، فکری اور تمدنی میدانوں میں کیا عظیم کارنامے انجام دیے۔ اقبال نے ان الفاظ میں یہ حقیقت بیان کی کہ نوجوان امت مسلمہ کے ٹوٹے ہوئے ستارے ہیں، جنہیں دوبارہ روشنی اور بلندی حاصل کرتی ہے۔ اقبال کے کلام میں اسلامی تاریخ کا احاطہ اس مہارت سے کیا گیا ہے کہ اس میں مسلم امہ کے عروج وزوال، اسلامی اصولوں، سیاست، ادب، اور فلسفہ کو یکجا کر کے ایک زبردست پیغام دیا گیا ہے۔ انہوں نے خاص طور پر نوجوانوں کو مخاطب کیا اور ان کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے انہیں آزادی اور خود مختاری کے لیے جد وجہد کرنے کی تلقین کی۔ ان کی شاعری نوجوانوں میں ایک نئی روح پھونکنے میں کامیاب ہوئی اور مسلمانوں کو اپنے حق کے لیے اٹھ کھڑا ہونے پر آمادہ کیا۔

اقبال کا کلام زبان کی گہرائی اور موضوعات کی وسعت کے باعث عام قاری کے لیے مشکل محسوس ہو سکتا ہے، کیونکہ ہر شعر کے پیچھے ایک مخصوص پس منظر اور فلسفہ کار فرما ہوتا ہے۔ اقبال کے پیغام کو سمجھنے کے لیے زبان، تاریخ، اور فلسفے پر عبور ضروری ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ نوجوان اپنی عظیم تاریخ کو یاد رکھیں اور اس روشنی میں اپنے مستقبل کی سمت کا تعین کریں۔ اقبال کا پیغام در حقیقت سر بلندی، خود شناسی، اور عملیت پسندی کا تھا۔ ان کا ہر شعر نوجوانوں کو اپنی عظمت کا احساس دلاتا ہے اور انہیں اس بات پر مائل کرتا ہے کہ وہ اپنے کردار کو اس حد تک بلند کریں کہ دنیا ان کی مثال دے۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ اگر نوجوان اپنی طاقت کو پہچان لیں تو ملت اسلامیہ کا روشن مستقبل یقینی ہے۔

جوانوں کو سوز جگر بخش دے
مرا عشق میری نظر بخش دے[۳۶]

علامہ اقبال نے نوجوانوں کو "شاہین" سے تشبیہ دی، جو ان کی شاعری کا ایک اہم استعارہ ہے۔ شاہین کی خصوصیات، جیسے بلند پرواز، بے خوفی، خود انحصاری، اور مسلسل جستجو، اقبال کے نزدیک ایک مثالی مسلمان نوجوان کی صفات ہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ نوجوان ان صفات کو اپنائیں اور زندگی کے میدان میں ہمیشہ آگے بڑھنے کی جستجو کریں۔ وہ چاہتے تھے شاہین کی طرح وہ اپنی خوراک خود تلاش کرتا رہے اور دوسروں پر انحصار نہ کرے۔

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پر دم ہے اگر تو تو نہیں خطرہ افتاد[۳۷]

اقبال اس کے ذریعے نوجوانوں کو خود مختاری کا درس دیتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کے فیصلے خود کریں اور دوسروں پر انحصار کرنے کے بجائے اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کریں۔ خود انحصاری اور بے خوفی اور بہادری نوجوان مسلم کے کردار میں پیوست ہیں۔ اس کو حرکت دینا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ شاہین اپنی خوراک خود تلاش کرتا ہے اور دوسروں پر انحصار نہیں کرتا۔ اقبال اس کے ذریعے نوجوانوں کو خود مختاری کا درس دیتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کے فیصلے خود کریں اور دوسروں پر انحصار کرنے کے بجائے اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کریں۔ مسلم نوجوان کو شاہین کے ساتھ تشبیہ دے کر اُسے اپنے اصل پر کھڑا ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے کیونکہ شاہین کی فطرت میں بہادری شامل ہے، اور وہ کسی بھی خطرے سے گھبراتا نہیں۔ اقبال نوجوانوں کو ڈر اور خوف سے آزاد ہو کر اپنے مقاصد کے لیے کام کرنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ شاہین کبھی رکنے یا ٹھہرنے کا قائل نہیں ہوتا، بلکہ وہ مسلسل حرکت اور تلاش میں رہتا ہے۔ اقبال نوجوانوں کو یہی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سستی اور کاہلی کو چھوڑ کر مسلسل ترقی کی جستجو کریں۔ اقبال نے شاہین کے استعارے کے ذریعے نوجوانوں کو اپنی شخصیت میں وہ خصوصیات پیدا کرنے کی ترغیب دی جو انہیں زندگی میں کامیاب اور ملت اسلامیہ کو مضبوط بنا سکتی ہیں۔ ان کے نزدیک نوجوان وہ طاقت ہیں جو اگر صحیح سمت میں رہنمائی حاصل کریں تو دنیا میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔

جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہینوں کو بال و پر دے
خدایا! آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے[۳۸]

علم و تعلیم کی اہمیت اور انسانی شخصیت میں تبدیلی کے حوالے سے وہ ایک گہرا پیغام دیتے ہیں۔ اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ تعلیم صرف کتابی علم حاصل کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ انسان کے اندر شعور، اخلاقی اقدار، اور حقیقت پسندی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ تعلیم انسان کو لاشعوری سے نکال کر حقیقت پسندی اور حق پسندی کا علمبر دار بناتی ہے۔ یہ تبدیلی فرد سے قوم تک اثر انداز ہو کر بیداری اور ترقی کا ذریعہ بنتی ہے۔ قومی ترقی کا انحصار بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت پر ہے۔ اگر تعلیم عملی اصولوں پر مبنی ہو تو یہ تمام سماجی مسائل کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ ایک حقیقی انسان وہی ہے جو اپنی اخلاقی ذمہ داریوں سے واقف ہو اور اپنی ذات کو بنی نوع انسان کے عظیم درخت کی ایک شاخ سمجھے۔ اس کے جذبات اور ہمدردی کا دائرہ محدود نہ ہو بلکہ پوری انسانیت پر محیط ہو۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے علمی اور اخلاقی اصولوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس میں غفلت نہ صرف بچوں بلکہ پوری سوسائٹی کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ یہ اقتباس نہ صرف ایک تعلیمی منشور ہے بلکہ انسانی اخلاقیات اور کردار کی بلندی کے لیے ایک نصیحت بھی ہے۔ علامہ اقبال کی نظم "بچے کی دُعا" کو بنیاد بنا کر بچوں کے لیے ایک تربیتی منشور تیار کرنا یقینی طور پر ایک متاثر کن خیال ہے۔ اس نظم میں اقبال نے بچوں کو جو درس دیا ہے، وہ نہ صرف انفرادی ترقی بلکہ اجتماعی فلاح و بہبود کا ضامن بھی ہے۔ بچوں کو علم کے حصول کی ترغیب دی جائے تاکہ وہ باشعور اور باعمل انسان بن سکیں۔ علم کا مقصد صرف معلومات جمع کرنا نہیں بلکہ اسے عمل میں لانا ہے۔ بچوں میں دوسروں کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ انھیں یہ سکھایا جائے کہ کمزوروں، غریبوں، اور مظلوموں کے حق میں آواز اٹھانا اور مدد کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ بچوں کو نیکی کے راستے پر چلنے کی ترغیب دی جائے اور برائیوں سے بچنے کی اہمیت اجاگر کی جائے۔ اقبال نے بے حیائی اور گناہوں سے دور رہنے کی نصیحت کی ہے، جو ان کے کردار کی تعمیر میں مددگار ثابت ہو گی۔ ہر ادارے میں کلام اقبال میں "بچے کی دُعا" کے فلسفے کو ہر آن سمجھنا لازمی ہے۔ وہ انسان کو ایک مکمل اور مہذب فرد بنانے کا عمل ظاہر کرتے ہیں۔ اس لیے بچے کی دُعا سے انسان اپنے اندر اللہ کی بڑائی اور اس کی کبریا کا احساس پیدا کرتا ہے:

مرے اللہ! برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو، اُس رہ پہ چلانا مجھ کو[۳۹]

علامہ اقبال بچوں کو قرآن کی تعلیمات اپنانے اور اُن کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی ترغیب دی جائے۔ اس سے نہ صرف ان کا ایمان مضبوط ہو گا بلکہ وہ اخلاقی طور پر بھی بہترین انسان بنیں گے۔ بچوں کو یہ سکھایا جائے کہ حقوق العباد ایمان کا حصہ ہیں۔ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان کی خدمت کرنا ایک ذمہ دار انسان کی پہچان ہے۔ یہ نظم بچوں کو سکون قلب، نیکی، اور خدمت خلق کی دعا مانگنے کی طرف مائل کرتی ہے۔ اس میں ایک ایسا جذباتی اور فکری ماحول کی اہمیت اور اس کی سچائی فراہم کرتی ہے جس میں بچے اپنی شخصیت کے اعلیٰ پہلوؤں کو پروان چڑھا سکتے ہیں۔ اسکولوں اور تعلیمی اداروں میں اس نظم کو دوبارہ یومیہ سرگرمیوں کا حصہ بنانا معاشرے کی تعمیر میں مددگار ہو سکتا ہے۔ کیا ہم اپنی نئی نسل کو وہ تربیت دے رہے ہیں جو اقبال کے خواب کے مطابق ہے؟ ہمیں اپنی تعلیمی پالیسیوں اور سماجی رویوں کو اس بات کا جائزہ لینا ہو گا کہ آیا ہم بچوں میں وہ اوصاف پیدا کر رہے ہیں جن سے وہ ایک بہترین انسان اور پاکستانی بن سکیں۔ اگر آپ چاہیں، میں اس موضوع پر ایک مضمون یا تعلیمی منصوبہ تیار کر سکتا ہوں، جو مزید تفصیلات اور عملی رہنما اصولوں پر مبنی ہو۔ علامہ اقبال کی شاعری کو بچوں اور نوجوان نسل کی تربیت اور اسلامی اصولوں کی ترویج کے لیے ایک موثر ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ آپ کے پیش کردہ نکات اہم اور قابل عمل ہیں۔ ان تجاویز کو مزید بہتر انداز میں پیش کرنے کے لیے درج ذیل ترتیب اور وضاحت مفید ہو سکتی ہے:

اقبال کی شاعری کو تعلیمی نصاب اور گھریلو زندگی کا حصہ بنانے مسلم بچوں میں انسان دوستی اور اُمت میں اُن کی ذمہ داریوں کا احساس بڑھ جائے گا کیونکہ علامہ اقبال کی شاعری بچوں اور نوجوانوں کو اسلامی اقدار، خودی، خود اعتمادی، اور عمل پر توجہ دینے کی ترغیب دیتی ہے۔ اقبال کی منتخب نظموں کو مختلف تعلیمی درجات کے مطابق نصاب میں شامل کیا جائے۔ نظموں کے ساتھ ان کے فلسفے کی آسان تشریح فراہم کی جائے تاکہ طلبہ ان کے اصل پیغام کو سمجھ سکیں۔ والدین کو مشورہ دیا جائے کہ وہ بچوں کو اقبال کی نظمیں پڑھ کر سنائیں اور ان کے مفہوم پر تبادلہ خیال کریں۔ اقبال کی شاعری پر مبنی ویڈیوز، انیمیشنز، اور کہانیوں کا مواد تیار کر کے ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر دستیاب کیا جائے۔ تعلیمی گیمز اور ایپس کے ذریعے اقبال کے نظریات کو بچوں تک پہنچایا جائے۔ اقبال کی وہ شاعری جو اتحاد، بھائی چارے، اور محبت کی تعلیم دیتی ہے، کو مکالمے اور تفہیم کے لیے استعمال کیا جائے۔ اقبال کی شاعری کو عملی طور پر زندگی کا حصہ بنانے سے نئی نسل میں مثبت سوچ، اسلامی اقدار، اور ترقی کے لیے جدوجہد کا جذبہ پیدا ہو گا۔

علامہ اقبال کی شاعری کو سمجھنے اور اس کے فلسفے کو زندگی میں اپنانے کے لیے عملی سرگرمیاں بہت اہم ہیں۔ ان سرگرمیوں کے ذریعے طلبہ اور نوجوانوں کو اقبال کی تعلیمات کو مؤثر اور دلچسپ انداز میں سیکھنے کا موقع ملے گا۔ نظم کو زبانی یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا مفہوم بیان کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اقبال کے نظریات پر مبنی تقاریر اور مباحثے کے مقابلے منعقد کیے جائیں۔ موضوعات جیسے "خودی کی اہمیت"، "عمل اور محنت" اور "امت مسلمہ کی تعمیر" سیر بحث ہونی چاہیے۔ اقبال کی شاعری کے مختلف موضوعات؛ توکل، خود اعتمادی اور قومی اتحاد پر تربیتی ورکشاپس کا انعقاد مشقوں کے ساتھ ساتھ ان کے فلسفے کو عملی سرگرمیوں میں شامل کرنا لازمی ہے۔ اقبال کے شاہین کے تصور کو اجاگر کرنے کے لیے طلبہ کی صلاحیتوں کو نکھارنے کے تربیتی پروگرام منعقد کیا جائے۔ ان پروگرامز میں خود اعتمادی بڑھانے، مثبت رویہ اختیار کرنے، اور قیادت کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے پر توجہ دی جائے۔ طلبہ کو اقبال کی زندگی اور اُن کلام کے بارے میں کتابیں پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔ تاکہ اقبال کے اشعار کو بنیاد بنا کر ماحولیاتی کاموں میں درخت لگانے یا صفائی مہم کے ذریعے سماجی سرگرمیاں کا اُجاگر کیا جائیں۔ طلبہ کو بتایا جائے کہ اقبال کے فلسفے کے مطابق فطرت سے محبت اور اس کی حفاظت اہم ہے۔ ان سرگرمیوں کے ذریعے علامہ اقبال کے فلسفے کو نہ صرف تفریحی بلکہ عملی زندگی کا حصہ بنایا جاسکتا ہے تا کہ طلبہ کو ان کی صلاحیتوں کو سمجھنے اور مستقبل کے لیے بہتر انسان بننے میں مدد دے گی۔

والدین کی شمولیت کے ذریعے علامہ اقبال کے پیغام کو بچوں کی تربیت کا حصہ بنانے میں ایک اہم کردار ادا ہو سکتا ہے۔ والدین کے لیے علامہ اقبال کے فلسفے اور شاعری کے بنیادی اصولوں پر مبنی تربیتی سیشن منعقد کیے جائیں۔ والدین کو یہ سمجھایا جائے کہ وہ اپنے بچوں میں ان اقدار کو کسی طرح پروان چڑھا سکتے ہیں۔ اسکولوں میں والدین اور اساتذہ کے درمیان ملاقاتیں منعقد کی جائیں، جن میں بچوں کی تربیت میں اقبال کے پیغام کی اہمیت پر بات کی جائے۔ اساتذہ بچوں کے ساتھ ساتھ والدین کو تربیت کریں کہ اقبال کی تعلیمات کو روزمرہ زندگی میں کیسے نافذ کیا جاسکتا ہے۔ گھریلو سرگرمیاں میں والدین کو بچوں کے ساتھ علامہ اقبال کی نظموں پر مبنی سرگرمیاں کرنے کی ترغیب دی جائے، جیسے کہ نظموں کو یاد کرنا، ان کے پیغام پر بات کرنا، یا ان سے جڑے کرداروں کو عملی طور پر ادا کرنا۔ والدین اور بچوں کو مل کر سرگرمیوں میں شامل کیا جائے جو اقبال کے نظریات کو عملی جامہ پہنائیں، جیسے فلاحی کام، ماحولیاتی مہم، یا تعلیمی سرگرمیاں۔ والدین کو مشورہ دیا جائے کہ وہ اقبال کے مثبت پیغامات کو اپنے گھریلو ماحول کا

حصہ بنائیں، جیسے کہ گھر میں اقبال کی شاعری سے متاثر اقوال کو آویزاں کریں۔ والدین کو بچوں کی تعلیمی اور اخلاقی تربیت میں زیادہ شمولیت کا موقع دیا جائے۔ والدین کی شمولیت بچوں کی تربیت کو مضبوط بنانے میں مدد دیتی ہے اور اقبال کے فلسفے کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کا ایک بہترین ذریعہ بن سکتی ہے۔ یہ طریقہ بچوں کے ساتھ والدین کے تعلقات کو بھی گہرا کرتا ہے اور مشترکہ اقدار کو پروان چڑھانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

بچوں کی اخلاقی و روحانی تربیت اور عملی زندگی میں ایک منظم شخصیت کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آنا کالم اقبال میں سو فیصد موجود ہے۔ اللہ پر توکل و بھروسہ کرنا بچوں کو سکھایا جائے تاکہ وہ ہر حال میں اللہ پر رکھیں۔ شکر گزاری اور محنت کا مادہ پیدا انا تاکہ اللہ کے دیے ہوئے رزق پر شکر گزار بن جائے اور اپنی محنت پر قوت یقین پیدا کر کے نصرت الٰہی کی تائید حاصل ہو جائے۔ ہر حال میں حق کے راستے پر قائم رہے تاکہ باطل نظریات سے متاثر نہ ہو سکے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بچوں کو قرآن کا فلسفہ زندگی سمجھایا جائے اور اسے ان کی زندگی کا محور بنایا جائے۔ نماز کی پابندی اُن کے اندر وقت کی اہمیت اور پختگی پیدا کرے بچوں کو نماز کا فلسفہ اسکی اہمیت اور اس کے اثرات سمجھائے جائیں تا کہ نماز کے مقاصد حاصل نہ ہو سکیں۔

کلام اقبال کا مشاہدہ کر کے والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے کردار اور رویے پر نظر رکھیں اور ان میں مثبت تبدیلیوں کو پروان چڑھائیں۔ اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کلام اقبال میں اخلاقی تعلیم کو بچوں کی اخلاقی اور علمی نشو و نما پر خاص توجہ دینی چاہیے اور والدین کے ساتھ مل کر ان کے مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ ایسا منصوبہ تیار کیا جائے جو بچوں کی نفسیات اور ان کی شخصیت پر مثبت اثر ڈالے۔ بچوں کو غلط راستے سے بچانے کے لیے ان کی رہنمائی کی جائے اور ان کے مسائل کو نرمی سے حل کیا جائے۔ یہ نکات اگر عملی طور پر نافذ کیے جائیں تو نہ صرف بچوں کی تربیت میں مدد ملے گی بلکہ علامہ اقبال کی شاعری کا حقیقی پیغام بھی معاشرے میں عام ہو گا۔

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد[۴۰]

علامہ اقبال کے اس شعر میں نوجوانوں کے کردار اور خودی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ وہ قوم کسی تلوار یا جنگی ساز و سامان کی محتاج نہیں رہتی جس کے جوان اپنی خودی کو پہچان

لیں اور اسے فولاد کی مانند مضبوط بنائیں۔ یہ شعر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی طاقت کسی مادی ہتھیار میں نہیں بلکہ قوم کے جوانوں کے کردار، حوصلے، اور خود اعتمادی میں ہوتی ہے۔ جب نوجوان اپنی خودی کو مضبوط کر لیتے ہیں تو وہ کسی بھی چیلنج یا مشکل کا سامنا کر سکتے ہیں اور قوم کو ترقی و سربلندی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ علامہ اقبال کی شخصیت اور افکار نوجوانوں کے لیے ہمیشہ مشعل راہ رہے ہیں۔ وہ نوجوانوں کو خواب دیکھنے، ان خوابوں کی تعبیر کے لیے جدوجہد کرنے اور اپنی صلاحیتوں کو بلند مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ ان کا فلسفہ خودی انسان کو اس کی حقیقی پہچان سے روشناس کرواتا ہے، جہاں انسان اپنی ذات میں چھپے ہوئے لامحدود امکانات کو پہچانتا ہے۔ اقبال کی فکر میں آزادی کا تصور صرف سیاسی آزادی تک محدود نہیں، بلکہ یہ فکری، اخلاقی اور روحانی آزادی کی بھی بات کرتا ہے۔ ان کے نزدیک وہ آزادی حقیقی ہے جو اللہ کے احکامات کے تابع ہو، اور انسان کو اپنے اصل مقصد حیات تک پہنچنے میں مدد دے۔ اقبال نے مغربی تہذیب کی اندھی تقلید اور مادی پرستی کی سخت مذمت کی اور اپنی قوم کو اس غلامی سے نکلنے کی تلقین کی۔ ان کا "شاہین صفت نوجوان ایک مثالی کردار ہے جو بلند پروازی، غیرت، خودداری، اور آزادی کی علامت ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان نوجوان شاہین کی طرح بے خوف، بلند ہمت اور مقصد کے پابند ہوں۔

فطرت کو خرد کے روبرو کر
تسخیر مقام رنگ و بو کر
تو اپنی خودی کو کھو چکا ہے
کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر[۴۱]

یہ پیغام انسان کو عمل اور خود سازی کی اہمیت کا احساس دلاتا ہے۔ سچائی کے لیے مرنے کی خواہش اور جذبہ اگر کسی دل میں موجود نہ ہو، تو یہ جذبہ اس وقت تک بے اثر رہتا ہے جب تک کہ انسان اپنے جسم اور ذات میں قوت عمل پیدا نہ کرے۔ اس حقیقت کا ادراک بھی انسان کے لیے لازم ہے کہ جس دل میں سچائی کے لیے مرنے کی تشنگی نہ ہو، وہ دل زندگی کے حقیقی مقاصد کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ یہ فلسفہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ صرف خیالات اور جذبات کافی نہیں ہیں؛ عملی اقدامات اور جسمانی و روحانی مضبوطی کا حصول ضروری ہے۔ قوت عمل کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ذات میں وہ توانائی اور صلاحیت پیدا کرے جو اسے بڑے مقاصد کے حصول کے لیے جدوجہد کرنے کے قابل بنائے۔ یہ پیغام

خود شناسی، عمل پسندی اور مقصدیت کی جانب ایک واضح اشارہ ہے کہ نوجوان جب تک اپنی فکر اور جذبے کو اس نہج پر لے جائے جہاں وہ سچائی کے لیے مرنے اور قربانی دینے کی اہمیت کو محسوس کرے۔

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جان پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمان مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے[۴۲]

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا
مقام رنگ و بو کا راز پا جا[۴۳]

امت مسلم کے نوجوانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ جہد مسلسل کرتے رہیں اور حق پرستی کے لیے کوشاں رہیں۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ زندگی کی حقیقت جد وجہد اور عمل میں پوشیدہ ہے۔ یقین محکم وہ دولت ہے جو انسان کو نہ صرف مضبوطی اور استقامت عطا کرتی ہے بلکہ اسے اعلیٰ مقاصد کے حصول کی جانب بھی گامزن کرتی ہے۔ وہم و گمان انسان کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اگر ہم اپنی زندگی میں یقین کو بنیاد بنائیں تو ہم نہ صرف دنیاوی کامیابیاں حاصل کر سکتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی سرخرو ہو سکتے ہیں۔ مسلمان نوجوانوں کا ہر شعبہ زندگی میں اپنا کردار ادا کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ معاشرے کی تعمیر و ترقی کا انحصار ان کی محنت، دیانت اور جدوجہد پر ہے۔ ان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے علم، ٹیکنالوجی، اخلاقیات، اور روحانی ترقی کے میدانوں میں سرگرم عمل رہیں۔ یہی رویہ قوم کی کامیابی اور مضبوطی کا ضامن ہے۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
یقین افراد کا سرمایہ تعمیر ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیر ملت ہے[۴۴]

حوالہ جات وحواشی

۱ آبادی، فیض قاضی، تعلیم وتربیت: نظر اقبال کی روشنی میں، اردو ریسرچ جرنل (اکتوبر-دسمبر ۲۰۲۱)،ج۲۸: ۱۲۲-۱۲۹

۲ خالد بن محمد بن عبد الرحمن، "قاعدة إذا اجتمعا افترقا وإذا افترقا اجتمعا: تطبيقات عقدية علي بعض أسماء الله الحسني"، مجلة العلوم الشرعية، ج ۱۳، ع ۵ (۱۹۹۶): ۳۳۵۶-۳۳۹۶) عبد القادر شيبة الحمد، *تهذيب التفسير وتجريد التأويل*) رياض: مكتبه المعارف للنشر والتوزيع، ۱۹۹۳) ۷۲

۳ علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال اردو (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸)، ص ۴۰۵

۴ ایضاً، ص ۲۳۷

۵ اکبر حیدری کشمیری، اقبال: نادر معلومات، مرتبہ خواجہ غلام السیدین (نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۶)، ۱۶۷

۶ علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال فارسی، پیام مشرق (لاہور: لالہ طور، ۲۰۱۸)، ۱۶۷

۷ علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال اردو، ص ۶۵

۸ ایضا ۶۷۸

۹ ایضاً، ص ۵۹۲

۱۰ ایضاً، ص ۴۵۴

۱۱ ایضاً، ص ۴۵۴

۱۲ ایضاً، ص ۵۸۸

۱۳ ایضاً، ص ۵۸۸

۱۴ ایضاً، ص ۵۹۹

۱۵ ایضاً، ص ۵۹۵

۱۶ ایضاً، ص ۵۹۵

۱۷ ایضاً، ص ۶۵۸

۱۸ ایضاً، ص ۲۷۲

۱۹ ایضا، ص ۴۹۵

۲۰ علامہ اقبال، کلیات اقبال فارسی، خطاب بہ جاوید، سخنی بہ نژاد نو، ۲۰۱۸

۲۱ ایضاً، ص ۳۷۲

۲۲ ایضاً، ص ۳۷۲

۲۳ ایضاً، ص ۵۵

۲۴ ایضاً، ص ۵۹

۲۵ ایضاً، ص ۶۱

۲۶ ایضاً، ص ۶۲

۲۷ ایضاً، ص ۶۶

۲۸ ایضاً، ص ۶۸

۲۹ ایضاً، ص ۱۱۰

۳۰ ایضاً، ص ۳۷۹

۳۱ ایضاً، ص ۳۷۹

۳۲ علامہ اقبال، جاوید نامہ، سخنی بہ نژاد نو ۲۰۱۸۰، ص ۸۸

۳۳ علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال فارسی، جاوید نامہ

۳۴ علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال اردو، ص ۴۵۱

۳۵ ایضاً، ص ۲۰۷

۳۶ ایضاً، ص ۴۵۱

۳۷ ایضاً، ص ۵۸۶

۳۸ ایضاً، ص ۳۴۷

۳۹ ایضاً، ص ۶۶

۴۰ ایضاً، ص ۵۸۵

۴۱ ایضاً، ص ۳۹۱

۴۲ ایضاً، ص ۲۸۸

۴۳ ایضاً، ص ۴۱۲

۴۴ ایضاً، ص ۳۰۲